AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

کثیر الجہتی سماج میں بین المذاہب مکالمہ کے آداب، تقاضے سیرت نبوی ﷺ سے رہنمائی

ETIQUETTE AND REQUIREMENTS OF INTERFAITH DIALOGUE IN A MULTI-DIVERSE SOCIETY: GUIDANCE FROM THE BIOGRAPHY OF THE PROPHET ﷺ

بابر فاروق

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

ڈاکٹر عبدالغفار

اسسٹنٹ پروفیسر/صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

حافظ انتظار احمد

لیکچرر (وزٹنگ)، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

Abstract:

The world has become a Global Hut (Global Village) by eliminating geographical boundaries. Information technology is the rule. In this mixed population, religious beliefs, material thoughts and ideas, society, language, race and other differences are common. In the presence of these differences, the unity of globalization presents the scenario of a plural society. Interfaith harmony is of particular importance in this globalization. Modern media and educational institutions can play an effective role in this. However, despite this, the forces controlling the media are proving good to be bad and bad to be good through it. Jews and Christians, who control all broadcasting institutions, newspapers, magazines and all other media in Europe and America, are publishing their false and outdated beliefs and ideas. There, they are continuously attacking Islamic beliefs and teachings, the instructions and personality of the Prophet of Islam (PBUH), and Islamic rituals. Western media, especially through TV. Net and today through social media, are effectively spreading Judaism, Christianity, atheism, Qadianism and other false religions are being propagated. And they are preventing people from accepting Islam by creating various doubts in their hearts. In this situation, if we study the example of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him), the Medina Pact is the best example of religious harmony, faith and religious tolerance in inter-faith dialogue. Similarly, Halaf-ul-Fadhuol, which aimed to protect the weaker sections from oppression regardless of religion, tribe and lineage, is also an ideal example of the Hudaibiyah dialogue.

Key words: Etiquette; Requirements; Interfaith Dialogue; Guidance

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (1)

"اے نبی محترم ﷺ آپ فرماد یجیے کہ اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

دنیا جغرافیائی حدود کو ختم کر کے (Global village) سے بھی آگے بڑھ کر (Global Hut) بن چکی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا راج ہے اس

1۔ آل عمران: 64

مخلوط آبادی میں مذہبی عقائد، مادی افکار و نظریات، معاشرت، زبان نسل و دیگر اختلافات عام ہیں ان اختلافات کی موجودگی میں عالمگیریت کی وحدت ایک تکثیری سماج (Plural society) کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس Globalization میں بین المذاہب ہم آہنگی کی خاص اہمیت ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی ادارے اس میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مگر اسکے باوجود میڈیا پر قابض قوتیں اس کے ذریعے اچھے کو برا اور برے کو اچھا ثابت کر رہی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے تمام نشریاتی اداروں ، اخبارات، رسائل اور دیگر تمام ذرائع ابلاغ پر قابض یہود و نصاریٰ جہاں اپنے باطل اور فرسودہ عقائد و نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ وہاں اسلامی عقائد و تعلیمات، پیغمبر اسلام ﷺ کی ہدایات و شخصیت اور اسلامی شعائر پر مسلسل حملے کر رہے ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ خاص کر ٹی۔ وی نیٹ کے ذریعے اور آج کل سوشل میڈیا کے ذریعے مؤثر انداز میں پوری دنیا میں یہودیت، عیسائیت، لادینیت، قادیانیت اور دوسرے مذاہب باطلہ کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور اسلام کے بارے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے اسے قبول کرنے سے روک رہا ہے۔ اس صورت حال میں ہم اگر اسوہ رسول ﷺ کا مطالعہ کریں تو میثاق مدینہ مذہبی ہم آہنگی، عقیدہ اور مذہبی رواداری بین المذاہب مکالمہ کی بہترین مثال ہے، اسی طرح حلف الفضول جس کا مقصد مذہب، قبیلے اور حسب و نسب سے ہٹ کر کمزور طبقات کو ظلم سے بچانا تھا، اسی طرح صلح حدیبیہ مکالمہ کا مثالی نمونہ بھی موجود ہے۔

تحقیق کا بنیادی سوال

عالمگیریت، تکثیریت کی وجہ سے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں اہل مذاہب کا آپس میں ملنا جلنا بڑھ گیا، سوشل میڈیا پر Talk Show ہو رہے ہیں ایسے ماحول میں ضروری ہے کہ مطالعہ سیرت کے تناظر میں بین المذاہب مکالمہ کے آداب تقاضے متعین کر دیئے جائیں۔

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ اور کفار مکہ کے درمیان بہت سارے مکالمے ہوئے جو سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ عتبہ بن ربیع جو ابو سفیان کا خسر تھا عقل مند اور دولت مند تھا اس کے ساتھ ہوا اس موقع پر آپ ﷺ نے حم السجدہ کی تیرہ آیات سنائیں۔ (2)

صحابہ کرامؓ کے مکالمات کے مطالعہ کے لیے علامہ ابن قیمؒ کی کتاب ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری اور مسلم سلاطین اسی طرح بین المذاہب مکالمہ کے لیے علامہ سیوطی کی کتاب تاریخ الخلفاء کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اگر ہم اہل مغرب کو اس بات پر قائل کر لیں کہ اسلام کا معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام انسانی سوسائٹی کے لیے زیادہ مفید ہے۔ تو پھر شاید ہمارے لیے ان کے ان تحفظات کو دور کرنا مشکل نہیں ہو گا جن کا تعلق دین کی بنیاد اور اساس سے ہے۔ مغرب میں اسلام کے بارے عوام ہی نہیں بلکہ خواص کے ذہنوں میں بھی یہ تصور راسخ ہو گیا ہے کہ اسلام کوئی مستقل دین نہیں بلکہ عیسائیت اور یہودیت کا ہی نیا روپ ہے۔ اس خیال کی ترویج میں بنیادی کردار تحریک استشراق کا ہے۔ اس کو رفع کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے کہ علمی رویے سے ہم اس کا جواب دیں۔ اسلام کی بابت ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ اسلامی سماج میں اقلیّتوں کے حقوق کا کوئی تصوّر نہیں، اس لیے اہل مغرب سے تعلقات میں اس نکتہ کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ اسلامی دنیا میں مذہبی تکثیریت کا وجود ہمارے مؤقف کی واضح شہادت مہیا کرتا ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (3)

"دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے"

تکثیری سماجوں کے تعلق سے دو طرح کے نظریے جدید عمرانیات میں پائے جاتے ہیں۔ ایک خیال وہ ہے جسے پگھلنے کے برتن کا نظریہ اور دوسرا سلاد کے برتن کا نظریہ، اس میں سماج کو سلاد کی پلیٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسلام نظریہ ادغام کی گنجائش کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اسلام مذہبی اور فکری تنوّع کا قائل ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ (4)

2۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث 2800

3۔ البقرہ 256۔

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف اسی طرح سے ہے:۔“

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (5)

”تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور ہے اور طریقہ بنایا گیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک قوم بنا دیتا۔“

یہ آیات بتاتی ہیں کہ اللہ کی حکمت اور مشیئت اس مذہبی اور اعتقادی اختلاف کی متقاضی ہے اور سیرت رسول ﷺ سے آج بھی ہمارے لیے اس میں رہنمائی موجود ہے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان آپ کا معاہدہ کرنا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے امن بقائے باہمی کے لیے ایک مشترک معاشرہ یا تکثیری معاشرہ قائم فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ بھی معاہدے کیے۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور قبائل سے بھی معاہدے کیے۔

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے رجال کار ہوں کیونکہ اسلام کی اشاعت کا تمام تر انحصار دعوت و تبلیغ اور دوسری قوموں سے تعلقات پر ہے اس لیے رسول اللہ نے نہ صرف بین المذاہب تعلقات کی عملی مثال قائم کی بلکہ ایسے افراد بھی تیار کیے جو دوسری قوموں سے مکالمے کی صلاحیت سے مالا مال ہوں۔ لیکن ہمارا المیہ ہے اب جبکہ حالات کے جبر نے ہمیں بین المذاہب تعلقات کی میز پر بیٹھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہمارے پاس ایسے افراد کی شدید کمی ہے جن کی مغربی فکر و فلسفہ پہ تنقیدی نظر ہو اور جو اہل مغرب کی ذہنی ساخت اور ان کی نفسیات، پس منظر اور تکنیک سے واقف ہوں۔ اس وقت ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے جو لوگ علمی رسوخ رکھتے ہیں، وہ مغربی زبان و ادب کی نفسیات سے واقف نہیں اور جو لوگ مغربی زبان اور محاورے کو جانتے ہیں وہ علمی طور پہ کمزور ہیں۔

دور حاضر میں مسلمان اہل علم پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی تاریخ کو دہراتے ہوئے جدید علم کلام اور مغربی فکر و فلسفہ پر عبور حاصل کریں تاکہ مغربی فکر کا بھرپور تنقیدی جائزہ لے کر ارباب دانش پر ان کی کمزوریوں اور کھوکھلے پن کو واضح کیا جا سکے۔ اس بابت ضروری ہے کہ مشترکہ صفات پر زور دیا جائے۔ اور اسلامی تعلیمات کے عقلی جواز پر دلائل مہیا کیے جائیں۔ تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم میں مغربی فکر و فلسفہ کو بطور لازمی مضمون شامل کیا جائے تاکہ ایسے رجال کار کی تیاری کی جا سکے جو مغرب کے دانش ور طبقے سے پورے اعتماد کے ساتھ Dialogue کر سکیں۔ اس وقت جو فکری اور تہذیبی کشمکش جاری ہے اس میں اہل فریق یا مدّ مقابل وہ یہود یا عیسائی نہیں ہیں بلکہ اہل مغرب کے وہ افراد ہیں جو مذہب سے انحرف کر چکے ہیں۔ (6) ان طبقات میں مکالمہ بین المذاہب کا لغوی معنی گفتگو کرنا، اور زبانی سوال و جواب کے ہیں۔ باہمی تبادلہ خیال کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے کیا جاتا ہے عربی میں اس کے لیے حِوار کا لفظ مستعمل ہے کا دروازہ کھولنے کے لیے اسلام کا فلسفہ نہایت حقیقت پسندانہ ہے، اسلام نظریاتی اختلاف کو قبول کرتا ہے۔ برداشت، احترام اور محبت کی پالیسی کو تبھی تشکیل دیا جا سکتا ہے جب آپ دوسرے کے نظریات کو احترام دے کر اختلاف کو قبول کر لیتے ہیں۔ یہاں یہ بات ضروری ہے کہ اچھے معاشروں کی تشکیل کے لیے اختلافات کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ پرامن معاشرے کی تشکیل کے تضادات کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اختلافات کو سمجھنے کے بعد ہی دوسرے عقائد اور مذاہب کا احترام جنم لیتا ہے۔ اور اسی طرح مختلف مسالک اور مذاہب کے لوگوں کو قریب لایا جا سکتا ہے۔

اسلام نے اس بابت جو نہایت اہم اصول وضع کیا ہے وہ ہے مذاہب کی بجائے مذہبی افراد میں رواداری کے اصولوں کو پروان چڑھانا۔ کیونکہ مذاہب کے درمیان فرق کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مذہب کے پیروکاروں کے اپنے عقائد ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے کے مذہب یا عقائد کے حوالے سے زبان کھولیں، اختلافات کو سمجھ کر مذاہب کے مشترکات کو جمع کر کے آگے بڑھنا ہو گا۔ آج تعلیم، اٹانومی مذہبی و روحانی اختلافات، مذہبی اور سماجی خدمات۔ گلوبل آوٹ لک ماحولیاتی تبدیلیوں وبائی امراض، سوشل سیکورٹی، سائنس و ٹیکنالوجی، شخصی آزادی، ملٹی کلچر ازم (Multiculturism) اور امن کے قیام جیسی درجنوں مشترکات پر

4۔ الروم: 22

5۔ النحل: 93۔

6۔ صدیقی، محمد مظہر، اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2017ء، 129۔

مل کر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مکالمہ کا یہ عمل اپنے ارتقائی عمل سے گزر کر انسانیت کو اس شاہراہ تک لے جائے گا جہاں سے محبت، برداشت، تحمل، بردباری اور امن وسلامتی کے دائمی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ (7)

عصر حاضر میں دنیا Global Village بن چکی ہے جہاں مختلف مذاہب کے پیروکار تکثیری معاشروں میں زندگی گزار رہے ہیں، باہمی مفاہمت اور رواداری کی ضرورت واہمیت اور اس کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ موجودہ صورت حال میں ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کے بارے میں صحیح اور قابل اعتماد معلومات پہنچائی جائیں کیونکہ اس کے بغیر پرامن بقاء باہمی کی ضرورت پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مکالمہ کی کوئی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مطالعہ مذاہب کی سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں یہ اہم کاوش ہے۔ خصوصا اس ماحول میں کہ مسلمانوں کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ مسلم سکالرز دوسرے مذاہب کے مطالعہ میں دلچسپی نہیں رکھتے اس کتاب میں یقینا اس تاثر کو بھی علمی انداز میں رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور International Academia کو اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے تاکہ متمدن دنیا کے علمی وفکری مسائل کو بغیر کسی حربیت کے حل کیا جاسکے۔

تکثیری سماج میں مطالعہ مذاہب کی ضرورت واہمیت:

مذہب انسان کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور یہ انسان کی اہم ضرورت ہے۔ مذہب فرد کی زندگی کو معنویت بخشتا ہے اور اس کی زندگی کا رخ متعین کرتا ہے، مذہب کی تعبیر قبول کرنے کے بعد زندگی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ عام انسانوں کی مذہبی زندگی کے لیے بھی اساسی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ وہ مذہبی تصورات اور اعمال جو مذہبی احساس اور باطنی تجربہ سے بالکل مبرا ہو چکے ہوں، محض ذہنی معتقدات اور میکانکی اعمال کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تاریخی لحاظ سے یہودیت دنیا کے بڑے اور قدیم مذاہب میں سے ایک ہے جس کی نسبت حضرت موسی علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ مذہب موجودہ نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اُس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہودہ کی نسل سے تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے دو بڑی شاخیں نکلیں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو عرب میں رہی۔ قریش اور عرب کے بعض دوسرے قبائل کا تعلق اسی شاخ سے تھا۔ اور جو عرب قبائل نسلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نہ تھے وہ بھی چونکہ ان کے پھیلائے ہوئے مذہب سے کم و بیش متاثر تھے، اسی لیے وہ اپنا سلسلہ نسب انہی سے جوڑتے تھے۔ (8)

دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد جن میں حضرت یعقوب ، یوسف ، موسیٰ ، داود، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام و دیگر بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل جس کے معنی ہیں عبداللہ یا اللہ کا بندہ۔ آپ کے اس لقب کی نسبت کی وجہ سے آپ کی نسل کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ ان کی تبلیغ سے جن دوسری قوموں نے ان کا دین قبول کیا انہوں نے یا تو اپنی انفرادیت ہی ان کے اندر گم کر دی، یا وہ نسلاً تو ان سے الگ رہے مگر مذہباً ان کے متبع رہے۔ اسی شاخ میں جب پستی و تنزل کا دور آیا تو پہلے یہودیت پیدا ہوئی۔ یہود کا اکثر وقت ابتلا میں ہی گزرا ہے اور انہوں نے اپنی تاریخ میں امن و امان کو کم ہی دیکھا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہ السلام کو بھی اپنی جارحیت کا نشانہ بھی بنایا اور ان کی تعلیمات سے نہ صرف انکار کیا بلکہ بعض انبیائے کرام علیہ السلام کو بے دردی سے قتل تک کر دیا۔ تاریخ یہود اس بات کی غماز ہے کہ یہود نے اپنے حالات سے نہ صرف یہ کہ سبق نہیں سیکھا بلکہ امن و امان کی بجائے ظلم و تعدی کو اپنا کر اپنی شناخت کو بھی کھو دیا۔ 198ق۔م میں فلسطین پر یونانیوں کے تسلط کے بعد دینی، مذہبی نیز سیاسی اعتبار سے یہود مختلف فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ان کے اہم فرقے درج ذیل ہیں: فریسیون، صدوقیون، قُرائین یا عنانیون، سامرہ، کتبہ، معتصبون، اسینیون، فلاشہ۔ دنیا کے مذاہب میں ایک اہم اور بڑا مذہب مسیحیت ہے۔ یہودیت کی طرح مسیحیت بھی ابراہیمی مذہب کی ایک شاخ

7۔ الفراھیدی، خلیل احمد، کتاب العین، دارالکتاب العلمیہ، بیروت، 2003ء، 273

8۔ القرضاوی، یوسف، اسلامی نظام کے خدوخال، ادارہ دراسات الاسلامیہ، لاہور، 1988ء، 67

ہے۔ شروع میں اس مذہب کو بھی یہودی مذہب ہی تصور کیا جاتا تھا، کیونکہ ان کی بہت سی باتیں یہود کے ساتھ مشترک ہیں۔ مسیحی مذہب کو ماننے والے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار مانتے ہیں۔ مسیحیت کی ابتدا پہلی صدی عیسوی میں ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس کو نصرانیت، عیسائیت اور مسیحیت بھی کہا جاتا ہے جب کہ اس کے ماننے والوں کو عیسائی، مسیحی یا نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد بھی انسانی رشد و ہدایت کے لیے ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی نبوت سے قبل یہود کئی فرقوں (جن کی وضاحت ہم قبل ازیں کر چکے ہیں)اور گروہوں میں تقسیم ہو کر پیغام الٰہی اور تعلیمات انبیاءکو مکمل طور پر فراموش کر چکے تھے۔ الہامی کتب میں تحریف کر دی گئی تھی۔ یہود کے مذہبی رہنماءخود کو مذہب کے ٹھیکیدار خیال کرتے ہوئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا اپنا حق سمجھتے تھے۔ یہی علماءو رہبان لوگوں کو شرک پر ابھارتے تھے۔ ان دگر گوں حالات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ان لوگوں کے لیے نجات دہندہ اور روشنی کا مینار نور بنا کر مبعوث کیا۔ الہامی مذاہب میں مسیحیت کو جو اہمیت حاصل ہے اس میں کسی کو کلام نہیں ، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل تسلیم ہے فرقوں کی جتنی کثرت کا حامل یہ مذہب ہے کوئی اور نہیں۔

نصاریٰ کے چند بڑے بڑے فرقے حسب ذیل ہیں: کیتھولک فرقہ(Catholic Church)، ارتھوڈکس فرقہ(Orthodox Church)، پروٹسٹنٹ فرقہ(Protestant Church)، پولسی فرقہ (Paulicaians)، نسطوری فرقہ (Nestorians)، یعقوبی فرقہ(Jacobite Church)، ابیو نی (Ebionates)،

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے ایک جامع نظام رکھتا ہے۔ اسلامی نظام کے معنی ہیں کہ اسلام تمام شعبوں اور مادی و روحانی دائروں میں معاشروں کا رہبر و رہنما اور قائد ہو، معاشرہ کا عقیدہ اسلامی ہو، اس کے افکار و نظریات اسلامی ہوں، اس کے جذبات و احساسات اسلامی ہوں، اس کے اخلاق واسلوب تربیت اسلامی ہوں، اس کی رسوم و روایات اسلامی ہوں، المختصر اس کے تمام قوانین و تشریعات اسلام کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظام وہ نظام ہے جو ایک مسلم معاشرہ کو اس کے تمام اصول و مبادی اور اس کی تمام اقدار و خصوصیات اور امتیازی اوصاف کے ساتھ معرض وجود میں لاتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام ہر شعبہ زندگی پر محیط ہے ، زندگی کا کوئی بھی رخ ،کوئی بھی پہلو، جس کا تعلق چاہے کسی فرد سے ہو، چاہے اجتماعی انداز کا ہو، چاہے کسی ایک معاشرہ ، چاہے قومی و بین الاقوامی سطح پر ہو ، ہر حالت میں اسلام کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔(9)

دین کی اطاعت کا نام اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ دین تمام انبیاء کی شریعتوں میں ایک رہا ہے ،پس جو لوگ ایمان لائے اور احکام الٰہی اور رسولوں کی پیروی کی وہ مسلمان اور مسلم کہلانے کے مستحق ہیں اور ان کا دین اسلام ہی تھا اب جو نظام حیات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے متعارف کرایا گیا اور اس سے دوسرے بگڑے ہوئے نظام زندگی کو منسوخ کر کے اس کو باعث نجات بنایا، اس کی موجودگی میں جو کوئی دوسرا نظام زندگی اختیارکرے گاوہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس دور میں زمین پر پہلی سانس لی، اس وقت پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، کہیں دورِ وحشت جاری تھا، کہیں شرک وبت پرستی کی لعنت مسلط تھی، کہیں جنگ وجدل کا سلسلہ چل رہا تھا، مصر وہندوستان ،بابل اور نینوا اور چین اور یونان میں جیسی کچھ تہذیب بھی تھی، وہ اپنی تمام شمعیں گل کر چکی تھیں۔ رومی اور ایرانی تمدنوں کی ظاہری چمک دمک کے باوجود بادشاہ خدا بنے ہوئے تھے، عوام سے بھاری ٹیکس اور رشوتیں اور خراج و نذرانے وصول کئےجاتے تھے اور ان سے جانوروں کی طرح بیگاریں لی جاتی تھیں اور دونوں سلطنتوں کی چپقلش کی وجہ سے کبھی ادھر کے لوگ پستے تھے تو کبھی ادھر سے کچلے جاتے تھے۔ ایسے دگرگوں حالات جس میں انسانیت کاضمیر

9۔ کریم بخش، اسلام اور مذاہب اسلام، مکتبہ دانیال، لاہور، 1999ء، 103

مردہ ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اور ایک انتہائی مختصر عرصہ میں سرزمین عرب بلکہ پوری دنیا میں ایک ایسا انقلاب آفریں برپا کرتے ہیں کہ جس کی مثال تاریخ عالم دینے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ اس کے پاس اس کا اعتراف کرنے کے علاوہ بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ فیل کے پچاس دن بعد ماہ ربیع الاول 571ءکو دنیا میں تشریف لائے، عیسوی کیلنڈر کے حساب سے 20تا 22اپریل 571ءکا زمانہ قرار پاتا ہے۔ ریاضی اور علم ہیئت کے قواعد سے یہ بات ثابت ہے کہ آپﷺ ولادت باسعادت بزور سوموار 9ربیع الاول، 20اپریل 571ءکو ہوئی تھی۔ اسلام ہی مسلمانوں کا مذہب ہے جس کی ابتداء حضرت آدم سے ہوئی اور تکمیل پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے فرمائی، اس میں کسی قسم کی تبدیلی تا حیات ممکن نہیں۔

ہندومت یا ہندو دھرم کیا چیز ہے؟ اس کا تسلی بخش جواب دینا بڑا مشکل ہے کیونکہ ہندومت فی الواقع کسی متعین شئے کا نام نہیں ہے۔ آج جو لوگ ہندو کہلاتے ہیں ان میں دو سو سے زیادہ فرقے ہیں اور لا تعداد دیویوں اور دیوتاوں پر مشتمل ہے جن میں سے بڑے دیوتا بھی شامل ہیں اور چھوٹے بھی محدود اختیار والے بھی اور مطلق اختیار والے بھی اس کے علاوہ بے شمار خبیث ارواح پر ہندووں کا ایمان ہے اور طرح طرح کے مراسم کے ساتھ ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ دیوتاوں کی پوجا کے لیے انسانوں کی قربانیں پیش کی جاتی ہیں اور حکومت ہزاروں روک تھام کے باوجود بھی یہ سلسلہ جاری ہے، ہندووں کی مذہبی کتب کافی زیادہ ہیں اور مذہب کے ماننے والے عقیدہ تناسخ پر یقین رکھتے ہیں یعنی مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی نصیب ہو گی اور وہ پھر اس دنیا میں آئے گا۔ ہندوستان کے علاوہ پاکستان، برما، سیام، ملایا اور انڈونیشیا میں بھی ہندو رہتے ہیں۔ ہندومت کو اصول وعقیدہ اور مختلف تہذیبی وتمدنی درجہ بندی اور ان کے ارتقائی نشوونما کے لحاظ سے مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے جو کہ ترتیب کے لحاظ سے درج ذیل ہیں:

1۔:Pre- Dravidion Hinduism، 2۔:Dravidion Hinduism، 3۔4 Vedism۔ Nastica Hinduism
5۔ برہمن ازمBrahmanism، 6۔7 Medeeval Hinduism۔ اصلاح یافتہ ہندومت8۔ قومی ہندومت

مقدس کتابیں : 1۔ وید، پران، مہا بھارت اور رامائن، ہندو عقائد: ہندونظریہ کرما، عقیدہ تناسخ، مکتی، وحدۃ الوجود۔ ہندو اعتقادات: بت پرستی، گائے پرستی۔ بدھ مت کا ظہور چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا، بدھ مت کے بانی کا اصل نام سدھارتا ہے۔ اس مذہب میں ذات پات کا کوئی دخل نہیں ہے اور ہر انسان اپنے اعمال کی وجہ سے کم تر یا برتر ہے۔ گوتم بدھ کے نزدیک نجات ایک خالص حالت کا نام ہے جس میں انسان ہر قسم کے احساس سے عاری ہو جاتا ہے۔ بدھ مت کے اصولی حقائق چار ہیں: اول: دنیوی مصیبت، دوم : دنیوی مصیبت کی جڑ، سوم: دینوی مصیبت کا معلوم ہو جانا ، چہارم: دنیوی مصیبت معلوم کرنے کا طریقہ۔ گوتم بدھ نے اگرچہ صراحتاً خدا کا انکار کہیں نہیں کیا لیکن ان کی تعلیمات میں خدا کے وجود کا کہیں بھی اقرار نہیں ملتا ہے۔(10)

بدھ مت کا مذہبی ادب: Vinaya-Pitaka، Sutta-Pitaka Abh Dhamma Pitaka
ضمنی کتابوں میں دو کتابیں ہیں: 1۔ Jatkas 2۔ للیتا دستارا

تعلیمات وعقائد:

1۔ تصور خدا، تصور عبادت، تصور آخرت اور جنت و دوزخ کے تصور سے خالی، 2۔ فرشتوں اور الہامی کتب سے انکار، روح کا انکار، 3۔ کرما اور تناسخ کا عقیدہ، 4۔ توبہ، قربانی اور کفارہ کا کوئی تصور نہیں، 5۔ دنیا دھوکہ، فریب اور سراب ہے اور ترک دنیا میں نجات ہے، 6۔ کائنات کا آغاز و اختتام معلوم نہیں، 7۔ انسانی زندگی کا مقصد پروان حاصل کرنا ہے، گوتم بدھ کی تعلیمات تمام لوگوں کے لیے یکساں نہ تھیں۔

10۔ مدنی، مولانا انیس احمد فلاحی، مذہب عالم ایک تقابلی مطالعہ، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور، س ن، 108

اسلام امن اور سلامتی کا داعی ہے۔ اس لئے وہ پوری کائنات میں امن و استحکام قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ تو جہاد کی دعوت دیتے ہوئے بھی یہی کہتا ہے کہ (قَاتِلُوهُم حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتنَةٌ) یہی جہ ہے کہ وہ فتنے کے خاتمے اور امن استحکام کے قیام کے لئے سخت سے سخت اقدامات تجویز کرتا ہے۔

۲۔ اسلام کسی خاص گروہ کا مذہب نہیں، اس کی نظر میں سب برابر ہیں اور ہر شخص اسلام کی تعلیمات تسلیم کرکے اس کی عالمگیر برادری کا رکن بن سکتا ہے۔

۳۔ اسلام عملی زندگی میں سماجی اور معاشرتی تعلقات کو اہمیت دیتا ہے۔

۴۔ خالص مذہبی اور اعتقادی معاملات کے علاوہ تمام تعلقات اور روابط میں اسلام غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کے امتیازی اقدامات کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو نہ صرف ہر طرح کی مکمل آزادی حاصل ہے، بلکہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات بھی غیر امتیازی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔

۶۔ اسلامی ریاست، غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ بھی برابری کی بنیاد پر اچھے تعلقات کی علم بردار ہوتی ہے۔

۷۔ غیر مسلم خواہ یہودی و عیسائی ہو یا دیگر ان سے سیاسی سطح پر ہر طرح کے تعلقات استوار کئے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان تعلقات سے مسلمانوں کو کسی صورت میں کسی بھی نوعیت کا نقصان نہ ہو۔ یعنی مسلم حکومت مسلمانوں کا مفاد ہر صورت پیش نظر رکھے، جیسا کہ ہر حکومت کا مطمح نظر یہی ہوتا ہے۔

۸۔ غیر مسلموں سے تعلقات کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی اور قلبی تعلقات کی ممانعت ہے جو قرآن کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ دونوں کی حدود میں فرق کرنا اور اس فرق کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ (11)

۹۔ اسرائیل سے تعلقات کا معاملہ بے حد اہم ہے لیکن اوپر مذکورہ تفصیل سے اس کی حیثیت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اگرچہ شرعاً دیگر ریاستوں کی طرح وہ بھی ایک ریاست ہے مگر چونکہ پوری امت مسلمہ خصوصاً اس کے حوالے سے ایک خاص نقطہ نظر رکھتی ہے جس کے پیچھے نصف صدی پر مبنی اسرائیل کے اقدامات اور خود اس کی تاسیس کا طریقہ کار ہے۔ اس لئے اس بارے میں کوئی بھی اقدام، جو امت مسلمہ کی اکثریت کی رائے کے خلاف ہو، قطعاً غیر شرعی تصور ہوگا۔ نیز پرانے دوستوں کو کھو کر نئے دوستوں کی تلاش کا رویہ نفسیاتی اعتبار سے بھی، اخلاقاً بھی اور مذہبی اعتبار سے بھی، سودمند ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔

ایک تکثیری معاشرہ میں ملت اسلامیہ کا وجود بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جس انسانیت کی جانب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے، اس کی رنگا رنگی، اس کے افکار و خیالات اور تہذیب و عقائد ایک مخلوط معاشرہ میں ہی محسوس کئے جاسکتے ہیں اور ہمارا ملک اس کی بہترین مثال ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جو شرک کا عالم تھا، اس سے زیادہ آج ہمارے معاشرہ میں شرک نظر آتا ہے۔ جو اخلاقی گراوٹ اُس وقت تھی، آج بھی وہ گرواٹ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کو انسانوں کی رہنمائی و رہبری کے سلسلہ میں بڑا ہی منفرد رویہ، قرآن و سنت کی وشنی میں اختیار کرنا چاہئے۔ معاشرہ الگ سے محسوس کرے کہ یہ امت، انسانوں کی رہنما امت ہے۔ اس ضمن میں جہاں اخلاص و للہیت، عبادات و معاملات میں شفافیت کی ضرورت ہے وہیں اعلیٰ اخلاق و کردار اور دین کی بنیاد پر انسانی مسائل کو حل کرنا بھی ضروری ہے۔ انسانوں سے محبت و الفت کے تعلقات، بے لوث خدمت کا جذبہ، مختلف انفرادی و اجتماعی مسائل کے حل کی کوشش بلاشبہ ملت کے مقام کو بڑا ہی نمایاں کرسکتی ہے۔ ایک تکثیری سماج میں جس طرح دیگر قومیں گزر بسر کرتیں

11۔ مولانا انیس احمد فلاحی، مذہب عالم ایک تقابلی مطالعہ، 207

ہیں اور اپنے مطالبات منوانے کیلئے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتی، اس طرح کا معاملہ امت مسلمہ کا نہیں ہونا چاہئے۔ دیگر حقوق کے حصول کی قرآن و سنت کی بنیاد پر کوشش ہونی چاہئے۔ جس دور میں ہم ہیں، جو حکمراں ہم پر مسلط ہیں، انہیں معلوم ہی نہیں کہ کس سمت میں ملک و باشندگان کو لے جانا ہے؟ کسی بھی سطح کی ان کی کارکردگی سے نہیں لگتا کہ ان کی اپنی کوئی سوچ و فکر ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ ملک دھیرے دھیرے ذہنی غلامی کی طرف بڑھ رہا ہے اور عوام کی اکثریت مفلوک الحال ہے اور ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے اوپر ہزاروں کا قرض لے کر دنیا میں آتا ہے۔ ایسے ناپسندیدہ حالات میں واجب حقوق کی ادائیگی پر توجہ ہو اور ہمہ جہت ترقی کیلئے کوشش بھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی۔ حقوق کی ادائیگی سے مراد انسانوں کی بہی خواہی کیلئے کماحقہ جدوجہد کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کام کیلئے تائید و نصرت طلب کی جائے۔ اسلامی ریاست کے ہر شہری کو معاشی وسائل اختیار کرنے کا حق ہے۔ نیز اسلامی ریاست کے سربراہ کا یہ حق ہے کہ وہ لوگوں کی معاشی ضرورت کو پورا کرنے کا انتظام کرے تاکہ کوئی فرد بھی محروم المعیشت نہ رہے۔ یہاں چند باتیں نکل کر سامنے آتی ہیں۔(12)

غیر مسلموں پر اسلامی ریاست میں کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنے پرسنل لاءپر عمل کرسکتے ہیں۔ بیع و شرائ، تجارت و زراعت، صنعت و حرفت کے ذریعہ معاش کو بڑھانے کی آزادی حاصل ہے۔ اسلام نے انہیں ہر طرح کی آزادی عطا کی ہے۔ اگر تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت کا پیشہ اپنائیں تو ضروری ہے کہ اس میں اعتدال اور میانہ روی کو مدنظر رکھ کر ہی انجام دیں۔ کسی کو دھوکہ یا اس طرح کے دیگر مذموم و مکروہ چیزوں کا خاصا خیال رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ ایک مہذب اور سنجیدہ معاشرہ وجود میں آئے جس سے دنیائے انسانیت کو نفع پہنچے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

اَحَبّ النَّاسِ اِلٰی اللہ اَنفَعُھُم لِلنّاسِ ”سب سے زیادہ پسندیدہ اللہ کو وہ شخص ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچائے۔“(13)

تیسری بات بھی کافی اہمیت کی حامل ہے، آج پوری دنیا میں اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق اور ان کی آزادی کو ختم کیا ہے۔ جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسلام دنیا کا ایسا واحد مذہب ہے جس میں جملہ انسانیت کو پورے پورے حقوق دیئے گئے۔ اس لئے ضرورت ہے آج امت مسلمہ کے دانشوروں، علماءکو کہ وہ امانت کے ساتھ ان کے سوالات و اعتراضات کے جواب دیں تاکہ اسلام کی حقیقی تعلیمات ان تک پہنچیں اور پھیلائی جانے والی تمام بدعنوانیوں اور الزام تراشیوں کا قلع قمع ہو۔

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اللہ کے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غلبہ و تفوق حاصل ہوجائے۔ یہ مقصد آپ کے زمانے میں پورا ہوا، فکری طور پر بھی اور عملی طور پر بھی۔ آج فکری طور پر بلاشبہ اسلام تمام مذاہب و ادیان پر غالب ہے۔ دین و دنیا سے متعلق روشن ہدایات، مساوات، انسانیت اور ہمدردی خلائق سے متعلق درخشاں تعلیمات، فرد اور معاشرے کی اصلاح و فلاح سے متعلق تابندہ افکار کو اگر کسی قسم کی جانب داری اور تعصب کی عینک ہٹا کر دیکھا جائے اور تمام مفروضات و تحفظات سے پرے ہوکر اخلاص کے ساتھ مثبت انداز میں کوئی جو یائے حقیقت بننا چاہے تو ہر ذی ہوش شخص کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ اسلام مذاہب کی بزم میں انسانیت کا مذہب بننے کا زیادہ مستحق ہے۔ اس صداقت کے آشکار ہونے کے باوجود آج امت مسلمہ پر جو امت دعوت ہے، یہ فرض ہے کہ اللہ کے دین کے سلسلے میں فکرمند ہو اور قولی اور عملی شہادت کے ذریعہ اس کے دین کو اہل امانت تک پہنچانے میں سردھڑ کی بازی لگائیں۔

نتائج وسفارشات

12۔ مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم (تقابلی مطالعہ)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1997ء، 157

13۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، المکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورہ، 1968ء، 209/3؛ ابن عساکر، بو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی، التاریخ، دارالفکر، بیروت، 1436ھ، 18/1

مذاہب عالم کے پیروکار اس راز سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تکثیری سماج میں درپیش مسائل کا دائمی اور پائیدار حل امن عالم کے قیام میں مضمر ہے اوریہ بھی ایک ابدی حقیقت ہے کہ امن عالم کا قیام مذاہب عالم کے مفکرین اور اربابِ علم و دانش کے دستِ قدرت میں ہے۔ اور جب تک یہ تمام قوتیں یکجا ہو کر اس مقصد کے حصول میں پرخلوص مساعی اور جدوجہد نہیں کریں گی تو وہ امن کی منزل کو کبھی نہ پا سکیں گی۔ سماوی مذاہب میں آلِ ابراہیم علیہ السلام اور ملتِ ابراہیمی کا تسلسل ہیں جن کا اتمام واکمال خاتم الانبیاء محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ سید الانبیاءامن و آشتی اور بقائے باہمی کا مینارہ نور ہیں۔ بنی نوعِ انسان کو جب بھی پناہ ملے گی، آپ ﷺ کے دامنِ رحمت میں ہی ملے گی۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تمام مذاہبِ عالم کا حقیقی پیغام امن و سلامتی ہے۔ قرآنِ پاک میں دعوتِ انبیاءکا ایک ہی مقصد و مدعا قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے ابتدائے آفرینش سے ہی انسانیت کو امن و سکون سے ہمکنار کیا۔ تاریخ ان روشن واقعات سے لبریز ہے کہ جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اہل اسلام اپنے دشمنوں کو بھی خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ حلقہ بگوشانِ اسلام کے فقید المثال صبر اور عدیم النظیر قوتِ برداشت کی تعریف و توصیف احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

☆ مذہبی منافرت کو ہوا دینے والے لٹریچر کو منصّہ شہود پر نہ آنے دیا جائے اور عوام میں اس کی ترویج و اشاعت کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے۔ مختلف مذاہب کے راہنماؤں کے مابین رابطے بڑھائے جائیں اور نوع بہ نوع تعصبات کا خاتمہ کیا جائے۔

☆ ایسی تمام اشاعتیں جو انسان دوستی کی محرک ہوں، کی حوصلہ افزائی اور ترویج کا بھرپور اہتمام کیا جائے جبکہ ایسے چینلزاور ویب سائٹ پر پابندی لگائی جائے جو مذاہب اور بانیان مذاہب کے بارے میں ہرزہ سرائی کی مرتکب ہورہی ہیں۔

☆ ریاستیں مذاہب میں تفریق و تنافر پیداکرنے والے امتیازی قوانین وضع کرنے سے گریز کریں اور ایسے رائج قوانین کا بتدریج خاتمہ کرنے کے عملی اقدامات کیے جائیں۔

☆ عالمی امن کی طرف تیز تر پیش رفت اسی صورت میں ممکن ہے کہ عالمی سطح پر بین المذاہب مکالمے اور قومی سطح پرانسان دوستی پر مبنی مختلف الخیال مسالک کے راہنماوں کا باہمی تبادلہ خیالات ہو اور ہم آہنگی کی فضا کو اجاگرکیاجائے۔

☆ مکالمہ بین المذاہب کی تحریک اسی فلسفہ پہ قائم ہے اور یہ تحریک اس لحاظ سے احترام کی مستحق ہے کہ اس نے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے باہمی مکالمہ اور قربتیں پیدا کیں۔ آج مذاہب عالم کے بڑے بڑے علماءکی وسعتِ مطالعہ ایک دوسرے کے صحائف اور مقدس کتب تک ہے اور دلائل اور مجادلہ احسن سے ایک دوسرے کے افکار کو سمجھنے اور سمجھانے کا بامقصد فریضہ انجام دے رہے ہیں، افہام اور ہم آہنگی کی خوش تر فضا قائم کرنے میں یہ کردار اداکرتے رہنا چاہیے۔

☆ چونکہ اولادِ آدم اور براہیمی مذہب کے ناطے ہمارا ثقافتی ورثہ ایک ہے، لہٰذا اس بنیاد پر باہمی سماجی ومعاشرتی روابط کو پروان چڑھایا جائے۔ اسی صورت میں لادین عناصر کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ کسی ثقافتی و معاشرتی اکائی کو بزور قوت دبانے کے عمل کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے۔ اور ظلم و جبر کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے لیے انسدادی تدابیر اختیار کی جائیں۔

☆ عصر حاضر کے سلگتے مسائل میں دہشت گردی اور انتہاپسندی سرفہرست ہے جسے سفارتی اور بین الاقوامی فورمز پر زیر بحث لا کر اس کے اسباب کا تعین کر کے ان کے تدارک کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔

☆ اقوام عالم کا ایک ایسا میکانزم وضع کیا جائے جو عالم گیر سلامتی کا ضامن ہو، معاشی ناہمواریوں اور لامحدود اختیارات کی حامل ریاستوں کی اجارہ داریوں کا خاتمہ کرے۔

☆ سیرت رسول ﷺ سے عادلانہ متبادل مالیاتی نظام قیام امن کا سب سے بڑا محرک ہے جس سے دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے کی بجائے منصفانہ طور پر تمام اقوام میں تقسیم کر کے اقتصادی محرومیت کا خاتمہ کیا جائے۔

☆ انبیاءکرام کی ایسی متفقہ الہامی تعلیمات اور مشترکہ عقائد و مذہبی اقدار کو اپنے اپنے معاشروں میں رائج کرنے کی بھر پور مہم چلائی جائے تاکہ قربتوں کی راہوں کو ہموار کیا جا سکے۔

☆ پرامن ثقافتی طائفے، باہمی اقتصادی، علمی و تحقیقی تعاون، بہتر افہام و تفہیم، ذرائع ابلاغ پرمشترکہ ضابطہ اخلاق کا نفاذ، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور باہمی رواداری، تقابل ادیان کے مطالعہ کا فروغ، درس گاہوں اور تحقیقی سر گرمیوں میں اشتراکِ عمل اور ہوس ملک گیری توسیع پسندی، احساس برتری سے اجتناب سیرت ا لنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سنہری اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان عزت و آبرو والی محفوظ زندگی گزار سکتے ہیں۔

☆ انصاف کسی بھی معاشرے ہیں امن کا بنیادی ستون ہوتا ہے اور جس معاشرے میں انصاف نہ ہو، آزادی تقریرو تحریر نہ ہو، معاندانہ طرز فکر ہو،، تخویف و تذلیل ہوتو تباہی اس کا مقدر بن جایا کرتی ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں عالمگیریت کے اس ماحول میں ان مذموم خصائص سے دور رہ کر اور فکری ہم آہنگی پیدا کر کے ایک نیا پرامن معاشرہ تشکیل دیا جائے۔

☆ ہرمذہب، ہرقوم کی اپنی ایک خاص زبان ہوا کرتی ہے جو ابلاغ کا واحد ذریعہ ہے، لہٰذا سیرت النبی ﷺ کے ماننے والوں کو دوسروں کی قومی اور مذہبی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے تاکہ ایک دوسرے کے علمی ورثہ سے کامل طور پر استفادہ کر سکیں۔

☆ جدید تحقیقات، ترقی یافتہ ٹیکنالوجی اور جدید علوم کے شعبوں میں روشن تازہ افق مختلف معاشروں کو قریب تر لا رہی ہے۔ دیگر شعبہ ہائے زندگی مثلاً بنکاری، کاروباری تعلقات، مصنوعات اور دیگر مفید تخلیقی کاوشیں معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے سے قریب تر کر رہی ہیں۔ یہ میل جول اور باہمی ضروریات کی اشیاء کا لین دین جاری رہنا چاہیے۔

☆ علم کی ترویج میں کتب خانوں کے مسلمہ کردار کو سامنے رکھتے ہوئے کتب خانوں میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل کتب برائے مطالعہ عوام کے لیے بلا کسی تفریق مذہب و ملت میسر ہونی چاہئیں۔

☆ عہد حاضر میں لازم ہے کہ عالمی دینی تہذیبی قیادتیں سر جوڑ کر بیٹھیں، مذاکرات کریں، غلط فہمیاں دور کریں اور میثاقِ مدینہ کو عالمی منشور قرار دیتے ہوئے خطبات حجۃ الوداع کی روشنی میں امن عالم کے بارے میں قواعد اور قوانین ازسرنو وضع کریں اور متفقہ اعلامیہ جاری کریں جس میں ہر مذہب وتہذیب والا دوسرے کواس کے طرز وانداز پر جینے اور کام کرنے کی آزادی کے مواقع فراہم کرے اور ضمانت دے کہ دہرے معیار سے اجتناب، اپنا دستور حیات بنالیں گے۔

☆ غیر مسلم اقوام کے ساتھ قیام امن کے لیے رسو ل اللہ کے معاہدات کی عصر حاضر کے تناظر میں تشریح و توضیع کی جائے اور تحقیقی معیارات اپنا کر ان معاہدات کے آفاق وابعاد کی روشنی میں اقوام عالم سے تعاو ن کی نوعیت کا تعین کیا جائے۔

☆ ملک پاکستان میں زیادہ سے زیادہ سیرت النبی ﷺ کی کتب پر مشتمل لائبریروں کا قیام عمل میں لایاجائے۔

☆ پاکستان میں بالخصوص اور تمام اسلامی ممالک میں بالعموم مکمل سیرت النبی ﷺ کو نصاب تعلیم کا حصہ بنایاجائے۔

☆ میڈیا میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے مذاہب کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور سنہری اقوال کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔

☆ تمام ٹی وی چینلز خبر نامہ سے پہلے بین المذاہب ہم آہنگی سے متعلقہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کونشرکریں۔

☆ پاکستان کی تمام یونیورسٹیز و کالجز میں سیرت چیئرز قائم کی جائیں، جس کے مطابق تحقیقات پیش کی جائیں۔

☆ بین المذاہب تعلقات میں بہتری لانے کے لیے سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں سیرت النبی ﷺ پر تقریری مقابلے اور مضمون نویسی کا انعقاد کیا جائے۔